ابن رشد کے سیاسی افکار کی عصری معنویت: ایک تحقیقی جائزہ

Contemporary Significance of Ibn e Rushd's Political Thoughts: An Exploratory Review

Hafiz Muhammad Masood Ahmad
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Division of Islamic & Oriental Learning,University of Education, Lower Mall Campus Lahore:
hmmasood7@gmail.com

Dr. Hafiz Faiz Rasool
Assistant Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali, Mianwali:
Email: drhfrasool@umw.edu.pk

Dr. Hafiz Irfanullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:
hafizirfanullah@lgu.edu.pk

Abstract:

When Islam spread from the borders of Arabia to other areas, Romans, Greeks, Coptic, Iranians, Indians and many other nations entered the religion of Islam and with their penetration, the ideas of these nations also entered Islam. These nations accepted Islam as a religion, but the ideas they inherited from their ancestors could not completely get rid of these ideas, so these people started interpreting Islamic teachings and thoughts in the light of their old ideas and Muslim thinkers. Even a large number of Muslims could not save themselves from the torment of these philosophical mishigas's and more or less Muslim philosophers and researchers including Ibn e Sina, Ibn e Baja, Ibn Tufail, Ibn e Rushd, Farabi and Kundi were influenced by these philosophical ideas, which the result was that a veil of philosophy fell on Islamic teachings and some researchers and philosophers based their thoughts on Neo-Platonism. In this research, Ibn e Rushd's political thoughts will be analysed and Influenced by his own political ideas and thoughts or presented by interpreting them. This research consists of three essays, Ibn Rushd's account, intellectual and intellectual services and political thoughts and their contemporary significance and finally the results are presented and discussed in this research, primary sources and secondary sources have been used.

Keywords: *Islam, Muslim Philosophers, Ibn e Rushd, Political Thoughts, Political Ideas.*

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے انسانوں کی ہدایت اور فوز و فلاح کے لیے قرآن عزیز کی صورت میں ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا۔ قرآن عزیز نے انتہائی سادہ اور عوام الناس کے فہم کے مطابق دین کا مقدمہ پیش فرمایا پھر مرورِ زمانہ نے تحریک اسلامی کو ایک ایسی راہ پر محوِ سفر کر دیا جس نے دینِ اسلام کو عجمی نظریات کی آلودگیوں سے دوچار کر دیا۔ یہ عجمی نظریات مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں اور دیگر اقوام کی معرفت اور ذریعے سے اسلام میں داخل ہوئے۔ جب عرب کی حدود سے اسلام دیگر علاقوں میں پھیلا تو رومی، یونانی، قبطی، ایرانی، ہندی اور دیگر بہت سی اقوام دینِ اسلام میں داخل ہوئیں اور ان کے دخول سے ان اقوام کے نظریات بھی اسلام میں داخل ہوئے۔ ان اقوام نے اسلام کو بطورِ دین قبول تو کر لیا مگر جو نظریات انہیں اپنے آباواجداد سے وراثت میں ملے یہ ان نظریات سے کلیتاً چھٹکارا حاصل نا کر سکے چنانچہ یہ حضرات اسلامی تعلیمات و افکار کی تعبیرات اپنے پرانے نظریات کی روشنی میں کرنے لگے اور مسلم مفکرین کی ایک بڑی تعداد بھی ان فلسفیانہ موشگافیوں کے شکنجے سے خود کو بچا نہ سکی اور ابن سینا، ابن باجہ، ابن طفیل، ابن رشد، فارابی اور کندی سمیت کم و بیش اکثر مسلمان فلسفی اور محقق ان فلسفیانہ نظریات سے متاثر ہوئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی تعلیمات پر فلسفہ کی ایک دبیز چادر پڑ گئی اور بعض محققین اور فلاسفہ نے اپنے افکار کی بنیاد نو افلاطونیت پر رکھی۔ اس تحقیق میں ابن رشد کے ان سیاسی افکار کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ لیا جائے گا جو انہوں نے افلاطون کے ہی سیاسی نظریات و افکار سے متاثر ہو کر یا ان کی تشریح کرتے ہوئے پیش کیے۔ یہ تحقیق تین ابحاث پر مشتمل ہے ابن رشد کے احوال، علمی و فکری خدمات اور سیاسی افکار اور ان کی عصری معنویت اور آخر میں نتائج بحث پیش کیے گئے ہیں اس تحقیق میں بنیادی مصادر اور ثانوی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مبحثِ اول: سوانح حیات

ا-نام اور کنیت:

محمدبن احمد بن محمد بن رشد الاندلسی، ابوالولید: الفیلسوف. من اهل قرطبة یسمیه الافرنج (Averroes)ویلقب بابن رشد (الحفید) تمییزا له عن (جده) أبي الولید محمد بن أحمد (ت ٥٢٠)[1]

[1] الزرکلی، خیر الدین بن محمود الدمشقی، الاعلام (بیروت: دارالعلم للملایین،٢٠٠٢م)،312/5.

ابن رشد کا اسم گرامی محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد اور کنیت ابو الولید ہے آپ فلسفی اور قرطبہ کے رہنے والے ہیں اور اہل یورپ نے آپ کو Averroes کا نام دیا ہے، ابن رشد کو الحفید کا لقب دیا گیا ان کے دادا ابو الولید محمد بن احمد سے ممتاز کرنے کے لیے جن کا وصال ۵۲۰ ہجری ہے۔

۲-ولادت:

ولد بقرطبة سنة (٥٢٠هـ/١١٢٦م) ابن رشد ۵۲۰ ہجری بمطابق ۱۱۲۶ عیسوی میں قرطبہ میں پیدا ہوئے وقد اختلف المترجمون له في تاريخ ولادته. فقيل: ولد في سنة ٥١٤هـ. وقيل: سنة ٥١٥. والراجح هو: ٥٢٠هـ.[2]

ابن رشد کے سوانح نگاروں میں آپ کی تاریخ ولادت کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے ایک قول ۵۱۴ ہجری ایک قول ۵۱۵ ہجری اور راجح قول ۵۲۰ ہجری کا ہے۔

كان مولد ابن رشد الحفيد ونشأته بقرطبة عاصمة الدولة الاسلامية بالأندلس.[3] وقد ذهب بابن مخلوف الي ان اصله غرناطي[4] والقول بانه غرناطي غير صحيح فجميع الذين ترجموا لحياته يذهبون الي انه من اهل قرطبة.[5]

ابن رشد الحفید کی ولادت اور پرورش اندلس کے دارالحکومت قرطبہ میں ہوئی۔ ابن مخلوف کی رائے یہ ہے کہ ابن رشد اصلاً غرناطہ کے رہنے والے ہیں لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ ابن رشد کے تمام سوانح نگار انہیں اہل قرطبہ میں شمار کرتے ہیں۔

۳-خاندان اور پرورش:

---

[2] حمادي العبيدي، ابن رشد و علوم الشريعة الاسلامية (بيروت:دار وحي القلم)، ص: ٩.

[3] ابن ابي اصيبعة، عيون الانباء فى طبقات الاطباء، (بيروت:دارمكتبة الحياة،١٩٦٥م)،ص: ١٤٦.

[4] مخلوف، محمد بن محمد بن عمر قاسم، شجرة النور الزكية في طبقات المالكية،(بيروت: دارالكتب العلمية،٢٠٠٨م)، ص: ١٤٦.

[5] حمادي العبيدي، ابن رشد الحفيد حياته علمه فقهه، (الدارالعربية للكتاب،١٩٨٤م)، ص: ١٣.

ابن رشد کا خاندان اندلس کا معروف مذہبی و سیاسی خاندان تھا جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت معروف تھا اور فقہائے مالکیہ میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ کئی نسلوں سے اس خاندان میں عہدہ قضائت کی ذمہ داری چلی آرہی تھی۔ جیسا کہ صاحبِ عیون الانباء رقم طراز ہیں:

وهو سليل أسرة ذات شرف، ومكانة رفيعة، اذ تقلد جده ثم ابوه منصب قاضى القضاة بقرطبة، وتقلده هو ايضا سنة ٥٦٥هـ، وحمدت سيرته، وكان ابن رشد الحفيد مكينا عند الامراء، خاصة المنصور، حيث كان وجيها فى دولته.[6]

آپ عالی مرتبت اور صاحبِ فضل گھرانے کے چشم و چراغ تھے، آپ کے دادا اور ان کے بعد آپ کے والد قرطبہ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے، ۵۶۵ھ میں آپ بھی اسی عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ عمدہ سیرت کے مالک تھے، ابن رشد امراء کے ہاں صاحبِ منزلت تھے خاص طور پر منصور کے ہاں کیونکہ اس کی سلطنت و ریاست میں آپ کی بہت قدر و منزلت تھی۔

آپ بلند اخلاق کے مالک، بہت زیادہ حیاء والے، کم بولنے والے اور خاموش طبع، اچھی اور پختہ رائے کے مالک، ذہین اور عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔

قال ابن فرحون: وكان مطبوعا فى هذا الباب، حسن العلم والرواية، كثير الدين، كثير الحيا، قليل الكلام، مسمتا نزها.[7]

وقال الذهبى: قال الابار: لم ينشأ مثله كمالا و علما و فضلا، وكان متواضعا، منخفض الجناح.[8]

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ابارؒ نے فرمایا: کمال، علم اور فضل میں ان کی مثل کوئی پیدا ہی نہیں ہوا وہ عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔

۴۔ تبحرِ علمی:

---

[6] ابن ابی اصیبعة، عیون الانباء فی طبقات الاطباء، ص: ۷۵.

[7] ابن فرحون، ابراهیم بن علی، الدیباج المذهب فی معرفة علماء اعیان المذهب، (مصر: مطبعة السعادة، ۱۳۲۹ھ)، ص: ۳۷۳.

[8] الذهبی، شمس الدین محمد بن احمدبن عثمان، ابو عبدالله، سیر اعلام النبلاء، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۵م)، 308/21.

جزیرہ اندلس میں علمی و ادبی حلقوں میں سے ایک معروف حلقہ ابن رشد کا بھی تھا۔ انھوں نے بہت سارے اکابر سے علم حاصل کیا جن کا علمی دنیا میں بہت مقام اور نام تھا۔ اسی طرح طالب علموں کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے علوم و معرفت کے خزانوں سے سیر اب اور فیض یاب ہوئی۔

جمع ابن رشد كثيرا من العلوم النقلية والعقلية، وكانت الرواية اغلب عليه من الرواية، درس علم الفقه والخلاف، فبرع فيه، وعرض الموطأ على أبيه.[9]

ابن رشد بہت زیادہ عقلی و نقلی علوم کے جامع تھے انھوں نے علم فقہ اور علم الاختلاف پڑھا اور اس میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ انھوں نے موطا امام مالکؒ اپنے والد ماجد سے پڑھی۔

قال عنه ابن ابى اصيبعة: معتنى بتحصيل العلوم، أوحد فى علم الفقه و الخلاف.[10]

ابن ابی اصیبعۃ نے ان سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں میں تحصیل علوم میں مشغول ہوا اور علم الفقہ اور علم الاختلاف میں یکتا ہوا۔

وقال عنه صاحب شجرة النور الزكية: الامام العالم المحقق، المعترف له بصحة النظر و جودة التأليف، زعيم الفقهاء، اليه المرجع فى حل المشكلات، متفننا فى العلوم، بصيرا بالاصول و الفروع، وكان يرحل اليه فى الفقه.[11]

ابن رشد کے متعلق صاحب شجرۃ النور الزکیۃ نے فرمایا: امام، عالم، محقق، جن کی صحتِ نظر اور جودتِ تالیف کا اعتراف کیا گیا، فقہا کے رہنما، مشکلات علمیہ کے حل میں وہی مرجع ہیں، علوم میں ماہر، اصول و فروع میں بصیرت کے حامل، فقہ کے حصول کے لیے انہی کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

وقال عنه المقري:[12] قرب الفقه المالكي تقريبا لم يسبق اليه.[13]

ابن رشد کی متعلق شہاب الدین المقری التلمسانی نے کہا کہ وہ فقہ مالکی کے اتنا قریب ہوئے کہ ان سے پہلے اتنا قریب کوئی نہیں ہوا۔

---

[9] ابن فرحون، الديباج المذهب، ص: ٣٧٣.

[10] ابن ابی اصیبعة، عيون الانبا ءفی طبقات الاطباء، ص: ٥٣٢.

[11] محمد مخلوف، شجرة النور الزكية، ص: ١٢٩.

[12] مقری کا مکمل نام ابو العباس احمد بن محمد المقری شہاب الدین ہے ان کا وصال ۱۰۴۱ھ میں ہوا۔

[13] المقري، احمد بن محمد التلمساني، نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب، (بيروت: دار صادر)، ص: ١٣٢.

وقال صاحب الديباج: واليه كانت الرحلة للتفقه من اقطار الاندلس مدة حياته.[14]

صاحب الدیباج نے کہا: اندلس کے اطراف واکناف میں تحصیل فقہ کے لیے انہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

ابن رشد نے طب ابی مروان بن حزیول سے پڑھی طب میں بھی انہی کی طرف رخ کیا جاتا جس طرح فقہ و فتوی میں رخ کیا جاتا تھا۔ انھوں نے علوم عربیہ پڑھے، دیوان متنبی اور دیوان ابو تمام حفظ کیا تھا جیسے وہ علوم و حکمت و فلسفہ کی طرف مائل ہوئے اور ان علوم میں امام ہوئے۔

قال الذهبي: ثم اقبل علي علم الكلام و الفلسفة حتي صار يضرب به المثل فيها.[15]

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں پھر وہ علم الکلام کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ اس علم میں اُن کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۴-وفات:

آپ کے سوانح نگاروں میں آپ کی تاریخ وفات کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ آپ کی وفات جمعرات کی شام نو صفر المظفر ۵۹۵ھ مراکش میں ہوئی۔[16]

قال الذهبي: قال شيخ الشيوخ ابو حموية: "لما دخلت البلاد، سألت عن ابن رشد، فقيل انه مهجور في بيته من جهة الخليفة يعقوب، لا يدخل اليه أحد لأنه رفعت عنه أقوال رديئة، ونسبت اليه العلوم المهجورة، ومات محبوسا بداره بمراكش"

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: شیخ الشیوخ ابو حمویہ نے کہا: "جب میں مراکش میں داخل ہوا میں نے ابن رشد کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ یعقوب نے انہیں سزا کے طور پر گھر میں قید کیا ہوا ہے اور کسی کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں کیوں کہ جو بھی ملاقات کرے گا اقوال ردی کو ابن رشد سے سنے گا اور علوم مہجورہ کو ابن رشد کی طرف منسوب کیا گیا اور آپ اپنے گھر میں بحالتِ قید فوت ہو گئے"۔

---

[14] ابن فرحون، الديباج المذهب، ص: ۳۷۳.

[15] الذهبی، سير اعلام النبلا، ص: ۳۰۸.

[16] ابن ابی اصيبعة، عيون الانبا ءفی طبقات الاطباء، ص: ۱۵

مبحث ثانی:

ابن رشد کی علمی و فکری خدمات:

تاریخِ انسانی علوم کی تدوین و ترویج کے مختلف ادوار سے گزری ہے۔ ہر دور اور علاقے میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے ایک علم سے دوسرے علم کی بنیاد رکھی یا اُس کے بنیادی خدوخال واضح کیے۔ نئے علوم کی تشکیل یا کسی علم کے بنیادی خدوخال کو واضح کرنے میں فلاسفہ اور مفکرین نے یکے بعد دیگرے اپنے خیالات پیش کیے۔

معلوم انسانی تاریخ کی ابتدا میں تمام علوم باہم مربوط نظر آتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے مختلف علوم مستقل حیثیت اختیار کرتے چلے گئے۔ انہی علوم میں سے ایک علم، علمِ سیاست ہے۔

علم سیاست کے بارے میں یوں تو بہت سے یونانی و دیگر قدیم فلاسفہ و مفکرین کے خیالات شَذرات کی شکل میں مل جاتے ہیں لیکن افلاطون وہ پہلا فلسفی ہے جس نے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب "جمہوریت"[17] لکھی اور اس میں مکالموں کے ذریعے سے سلطنت و امور سلطنت کے بارے میں اپنے خیالات کو پیش کیا۔

یونانی فلسفے کے عربی میں تراجم کی ذیل میں جس قدر تداول ارسطو کو حاصل ہوا وہ افلاطون کے حصے میں نہیں آیا۔ ارسطو کی مختلف کتب عربی زبان میں نہ صرف منتقل ہوئیں بلکہ اس پر بڑے بڑے مفکرین اور فلاسفہ نے شرحیں لکھیں اور تفہیمات ارسطو کی راہ ہموار ہوئی۔ البتہ افلاطون کی سیاست کے بارے میں کتاب "جمہوریت" جس قدر متداول ہوئی ارسطو کی طرف منسوب سیاست پر کتاب اس قدر مقبول نہ ہو سکی۔

یونانی فلاسفہ نے اپنے تصورِ علم، علمیات اور زمانی و مکانی حالات کے پیش نظر سیاست کے جو اصول پیش کیے، بعد میں آنے والے فلاسفہ و مفکرین نے انہی اصولوں کی تائید یا تردید میں اپنے اپنے خیالات پیش کیے۔ البتہ کچھ مفکرین ایسے بھی گزرے جنھوں نے تائید یا تردید سے صرف نظر کرتے ہوئے ان اصولوں کو اپنے دور اور علاقے سے باہم مربوط کرنے کے لیے ان میں حَک واضافے کیے تاکہ ان اصولوں سے استفادہ بھی ہو سکے اور ان کی روشنی میں نہ صرف معاصر مسائل کی تحلیل کی جا سکے بلکہ ان میں کچھ ایسی جوہری تبدیلیاں بھی کی جائیں جن کی بنیاد پر آنے والوں کے سنگ میل واضح ہو جائے۔ ان مفکرین میں سے ایک ابن رشد ہیں۔

---

[17] افلاطون، الجمهورية، نَقَلها الي العربية: شوقي داود تمراز (بيروت: الأهلية للنشر والتوزيع،١٩٩٤م)، ص: ٣٠٨.

ابن رشد قدیم فکری روایت کے آئینہ دار ہونے کی وجہ سے اپنے دور کے علوم کے جامع تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مختلف علوم وفنون کو باہم مربوط کرنے کا اختصاص بھی رکھتے تھے۔ امور سلطنت کے قریب مشاہدے اور منصبِ قضا پر فائز رہنے کی وجہ سے وہ سلطنت وامور سلطنت کو بہ خوبی جانتے تھے۔ ابن رشد نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں جن کے بارے میں ڈاکٹر محمد عابد الجابری کا کہنا ہے:

"وهكذا، فاذا نحن استعرضنا مؤلفات فيلسوف قرطبة الفلسفية، وهي موضوع الحديث هنا، فاننا سنجدها سبعة انواع..."

ابن رشد نے جو کتابیں لکھیں انھیں سات قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- علمی نقد: جیسے انھوں نے "فصل المقال"، "الضميمه"، "تهافت التهافت" اور اشعریوں کے رد پر "الكشف عن مناهج الادلة" لکھی۔

۲- المختصرات: جیسے "الضروری فی النحو" اور "الضروری فی المنطق" اور "الضروری فی اصول الفقه یا مختصر المستصفی (فی اصول الفقه للغزالی)"، اور "مختصر المجسطی" اور "المختصر فی النفس" اور "اختصار العلل و الأعراض" وغیرہ۔

۳- الجوامع الصغار: جیسے "جوامع السماء الطبيعی" اور "جوامع السماء والعالم" اور "جو امع الكون و الفساد" اور "جوامع الآثار العلوية"۔

۴- مختلف کتابوں کی تلخیصات: جیسے ارسطو اور جالینوس وغیرہ کی کتابوں کی تلخیصات لکھیں۔

۵- بڑی شروحات: جیسے "شرح كتاب البرهان" اور "شرح السماع الطبيعی" اور "شرح السماء والعالم"، "شرح كتاب النفس"، "شرح ما بعد الطبيعة" وغیرہ۔

۶- مقالات: اس میں مختلف علوم منطق طب اور فلکیات وغیرہ پر مختصر تحریریں ہیں۔

۷- ساتویں قسم وہ ہے جو ان میں سے کسی قسم پر مشتمل نہیں ہے۔[18]

[18] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، نقله إلي العربية : د. احمد شعلان، مدخل و مقدمه تحليلية : د. محمد عابد الجابري، سلسلة التراث الفلسفي العربي، مؤلفات ابن رشد :۴، (بيروت: مركز دراسات الوحدة العربية، ۱۹۹۸م)، ص: ۲۸-۲۹.

ان کتابوں میں سے بعض میں مختلف مقامات پر سیاست کے بارے میں ابن رشد نے اپنے افکار پیش کیے لیکن وہ بکھرے ہوئے عناصر کی شکل میں ہیں۔ جس کتاب میں ابن رشد نے علم سیاست کے بارے میں اپنے خیالات تفصیل سے پیش کیے وہ کتاب "الضروری قبل السیاسة" ہے۔ اگرچہ یہ کتاب افلاطون کی کتاب کا ملخص ہے اور اسی وجہ سے اس کے دیگر ناموں میں سے تلخیص السیاسة اور مختصر السیاسة ہے۔ اس کتاب میں ابن رشد نے افلاطون کے سیاست سے متعلق افکار کو اپنے معیارات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ابن رشد نے اس میں افلاطون کی بہت سی ایسی باتوں کو حذف کر دیا جو ان کے تصورِ سیاست سے متعلق نہیں تھیں اور متعدد مقامات پر نہ صرف افلاطون کے خیالات کی مفصل تشریح کی ہے بلکہ اس کے ساتھ اپنے دور کے تقاضوں اور علمیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جدید علم سیاست کی بنیاد بھی رکھی ہے۔ جس سے آنے والے دور میں مفکرین کی ایک بڑی تعداد متاثر ہوئی۔

یونانی فکر و فلسفے کے عربی میں ترجمے کے بعد اسلامی علمیات میں ایک نئے عہد کا اضافہ ہوا جس کی وجہ سے مختلف علوم میں مستقل ارتقا بھی ہوا اور ایک نئے تصورِ علم کی تشکیل ہوئی۔ ان مسلم مفکرین میں فارابی اور ابن سینا سر فہرست ہیں جنھوں نے یونانی فلسفے کی تشریحات سے اس دور میں نئے مباحث کے در وا کیے۔ ابن رشد کا اختصاص یہ ہے کہ جہاں انھوں نے یونانی فلسفے کی تشریح کی وہیں اُس کے ترجمے اور تشریح کے ذیل میں جدید تعبیرات سے معاصر علمیات کو روشناس کروایا۔

اس کے ساتھ ساتھ ابن رشد نے علم سیاست میں افلاطون کے فلسفے کی روشنی میں علم سیاست کی جدید و جامع تعبیرات پیش کیں جو کچھ استثناءات کے ساتھ آج بھی اس قدر مفید ہیں جس قدر اس دور میں تھیں۔ بلکہ بعض لحاظ سے علم سیاست میں یہ تعبیرات عصر حاضر کے لیے ناگزیر ہیں اور ان کے مطالعہ سے معاصر عہد میں علم سیاست کو وسیع پیمانے پر سمجھنے میں بھرپور مدد ملے گی۔ ابن رشد کے سیاسی افکار کا مطالعہ اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ مغرب میں نشاۃ ثانیہ کے بعد سے علم سیاست پر مغربی افکار کی اجارہ داری ہے جس کی وجہ سے علم سیاست کو ایک طرف تو مغربی افکار ہی کے سایے میں سمجھنے اور نافذ العمل بنانے کی کاوشیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف مسلم علمی دنیا میں ہر اس فکر کو رد کر دینے کی روایت آج بھی موجود ہے جس پر تعقل کی پرچھائیں ہوں۔ یہ کم و بیش وہی صورت حال ہے جو ابن رشد کے دور میں تھی۔ یوں ابن رشد کے سیاسی افکار کے معاصر مطالعے کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے کہ ایک طرف تو ابن رشد کے دور کے سیاسی افکار اور خود ابن رشد کی سیاسی تعبیرات کو سمجھنا اس دور کی سیاسیات کو سمجھنے میں مدد دیتا

ہے اور دوسری طرف ان افکار سے معاصر علم سیاست اور سیاسیات میں نئی جہات روشن ہوتی ہیں جس کے اثرات نہ صرف اس علم کی حد تک ہوتے ہیں بلکہ ان سے دیگر علوم وفنون اور سماجی اداروں کو جدید افکار سے آشنائی ہوتی ہے۔

مبحث ثالث:

ابن رشد کے سیاسی افکار:

ابن رشد کے سیاسی افکار کو آسانی کے لیے چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اول: علم سیاست (اغراض ومبادیات)

دوم: ارکان حکومت أنظمة الحكم

سوم: سیاسی آزادی الحرية السياسية

چہارم: سیاسی مساوات العدالة السياسية

اول: علم سیاست (اغراض ومبادیات)

علم سیاست کی اغراض اور اس کے مبادیات موضوع کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں ابن رشد کا کہنا ہے:

"ان هذا العلم المشهور بالعلم العملي بيان بجوهره العلوم النظرية وذلك لأن موضوع هذا العلم هو الافعال الارادية التي تصدر عنا ومبادئه الإرادة والاختيار"

"یہ علم اپنے جوہر کے لحاظ سے علمی ہے۔ اس علم کا موضوع وہ افعال ہیں جو ہم سے صادر ہوتے ہیں اور اس کے مبادیات ارادہ اور اختیار ہیں."[19]

"كذلك يختلف هذا العلم عن سائر العلوم النظرية من حيث الغرض فغرض تلك العلوم هو المعرفة فحسب أما غرض هذا العلم فهو العمل"

اس طرح یہ علم اپنے مقصد کے لحاظ سے دیگر تمام نظری علوم سے ممتاز ہے کہ باقی علوم کا مقصد صرف جاننا ہے جبکہ اس علم کا مقصد عمل ہے۔[20]

---

[19] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 72.

[20] ایضاً، ص: 72.

ابن رشد علم سیاست کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلی قسم: اس قسم میں وہ ان تمام ملکات، ارادی افعال اور جملہ عادات اور ان کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہیں۔

دوسری قسم: اس میں خصوصیت کے ساتھ اس کیفیت کا ذکر ہے جس میں یہ ملکات (صلاحیتیں) دلوں میں راسخ ہو جاتی ہیں۔[21]

ابن رشد پہلی قسم میں چار انسانی کمالات کو شامل کرتے ہیں۔ جس میں سے نظری فضائل یعنی عقل، علمی فضائل یعنی فکر، خلقی فضائل اور عملی صنائع شامل ہیں۔[22]

ابن رشد کے نزدیک انسانی کمالات کا اظہار باکمال افراد پر مشتمل جماعت کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے اور تنہا فرد کوئی شے نہیں ہے۔ اس کی مثال وہ شہ سواری اور لگام سازی کے عمل سے دیتا ہے کہ اچھی شہ سواری اچھی لگام سازی ہی سے ممکن ہے۔[23]

ایک فرد کے انسانی فضائل اور کمالات کا امور مملکت سے کیا تعلق ہے؟ اس بارے میں ابن رشد کا کہنا ہے کہ:

> "تكون الدولة حكيمة من جراء الجزء النظري الذي تحكم به سائر الأجزاء كما يكون الرجل حكيماً من جراء الجزء العقلي الذي يحكم سائر قوى النفس فيه."
>
> "ایک حکمت سے بھرپور مملکت وہ مملکت ہو گی جس کے تمام اجزا فکری عناصر پر مبنی ہوں جیسے حکیم و دانش ور اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے رگ وپے میں تعقل سرایت کیے ہوئے ہو۔"[24]

یعنی جیسے ایک فرد کے دانش ور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ہر ہر عمل حکمت و دانش پر مبنی ہو ایسے ہی ایک مملکت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام امور فکری عناصر سے متصف ہوں۔ یہ فکری عناصر جنھیں ابن رشد فضائل کا نام دیتے ہیں، کس طور پر لوگوں کی طبیعتوں میں سرایت کر سکتے ہیں اور کیسے یہ اوصاف حمیدہ ان کے

---

[21] ایضاً، ص: 73.

[22] ایضاً، ص: 74.

[23] ایضاً، ص: 74.

[24] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 76.

مزاجوں کا حصہ بن سکتے ہیں؟ اس کے لیے ابن رشد اقناع یعنی سمجھانے اور اکراہ یعنی طاقت سے منوانے کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ سمجھانے کے ضمن میں دلائل و براہین کی ترویج ضروری ہے۔ بہت سے ایسے طبائع ہیں جنھیں بات صرف اور صرف دلیل سے سمجھ آتی ہے۔ جبکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک ان پر سختی نہ کی جائے وہ کسی بات پر عمل درآمد نہیں کرتے۔ اور ایسے لوگ سرکش اور باغی ہوتے ہیں۔ ابن رشد کے نزدیک اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ یہ سختی مدینہ فاضلہ یعنی مملکتِ خوش حیات میں نہ کی جائے بلکہ صرف اور صرف ان لوگوں کے خلاف کی جائے جو مدینہ فاضلہ کے خلاف عمل پیرا ہیں۔

"لكن من الطبيعي أن لا يلجأ من هذا السبيل في المدينة الفاضلة بل في الأمم الغيرة أي المضادات من المدينة الفاضلة أو في تداول الأعداء عن طريق الحرب."

"یہ بات تو واضح ہے کہ اس سختی مدینہ فاضلہ کی طرف راہ نہ پکڑے بلکہ یہ ان گروہوں اور اقوام کے خلاف ہونی چاہیے جو مدینہ فاضلہ کے مخالف ہیں یا دشمنوں سے لڑائی کے ذریعے سے۔"[25]

دوم: ابن رشد کے نزدیک ارکان حکومت

ابن رشد کے نزدیک انسان کی اجتماعی اور سماجی زندگی کی خواہش ہی وہ بنیادی جوہر ہے جو کسی بھی مملکت کی تشکیل کرتی ہے۔ اس کے نزدیک انسانوں کا تنہا زندگی بسر کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ ایک انسان کی کسی نہ کسی طور کسی دوسرے انسان کے ساتھ حاجت منسلک ہے۔ ہر انسان اپنی طبیعت کے مطابق پیشہ اختیار کرتا ہے اور دوسرے پیشوں میں وہ دوسروں کا محتاج ہے۔ اس طرح تقسیم کار کا عمل سامنے آتا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سماج کسی عقلی بنیاد پر استوار ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس سماج پر ایسے لوگ مسلط ہو جاتے ہیں جو گمراہ، جاہل اور ظلم و ستم ڈھانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب زمامِ اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو علم و حکمت سے بہرہ ور ہوں تاکہ وہ اپنی سفلی طاقتوں پر قابو پائیں اور امور مملکت میں بھی خیر کی طاقتوں کا راج ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنی سفلی خواہشات پر قابو پالیتا ہے تو اس کے اعمال کا عکس اس کے امور مملکت کے افعال میں بھی نظر آتا ہے۔

---

[25] ایضاً، ص: 77.

ابن رشد نے افلاطون کی کتاب کی تلخیص "الضروری من السیاسة" میں سیاست کی پانچ قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن أفلاطون یری أن السیاسات البسیطة التي تنشأ علیها هذه المدن في الجملة علی خمسة أنواع: الأول:السیاسة الفاضلة، الثاني: سیاسة الکرامة، الثالث:سیاسةالرجال وهي خدمة المال،الرابع:السیاسة الجماعیة، الخامس: سیاسة وحدانیة التسلط."

ترجمہ: افلاطون کے نزدیک جن سیاسیات بسیطہ پر مملکتیں استوار ہوتی ہیں، ان کی پانچ قسمیں ہیں:

پہلی سیاست فاضلہ۔ دوم: سیاست کرامت۔ سوم: آدمیوں کی سیاست اور وہ مال سے متعلق ہے۔ چہارم: اجتماعی سیاست۔ پنجم: تسلط کی عمل داری۔[26]

لیکن ابن رشد نے دوسرے مقامات پر سیاست کی کچھ اور قسمیں بھی بیان کی ہیں۔ جس سے ابن رشد کے نزدیک سیاست کی آٹھ اقسام ہو جاتی ہیں۔ ایک قسم تو ارسٹوکریسی (التیموکراسیة) ہے اور اسی طرح انہوں نے دو اور قسمیں بیان کی ہیں:

"نحن نری أن هناك أیضا نوعاً آخر من السیاسة وهي سیاسة صاحب الشهوة،فإذا أضیفت إلی هذه السیاسات سیاسة الضرورة تکون أصناف السیاسة ثمانیة."

"ہمارا خیال ہے کہ یہاں سیاست کی ایک اور قسم ہے اور وہ خواہش پرست کی سیاست، اگر سیاست کی قسموں کے ساتھ سیاستِ ضرورت کو بھی ملا لیا جائے تو اس طرح سیاست کی آٹھ قسمیں ہو جاتی ہیں۔"[27]

ابن رشد نے سیاست کی جن قسموں کو ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی پانچ وہی ہیں جنھیں ارسطو نے اپنی کتاب "جمہوریت" میں ذکر کیا ہے۔ ابن رشد نے حکومت وسیاست کی جن قسموں کو ذکر کیا ہے، ان کو آسانی کے لیے تین قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

1- بہترین حکومت الحکم الفاضل

---

[26] ابن رشد، الضروري في السیاسة مختصر کتاب السیاسة لأفلاطون، ص: 168.

[27] ایضاً، ص: 178.

2- بدترین حکومتیں أنظمة الحكم الضالة

3- نظامِ حکومت کی تبدیلی تحول انظمة الحكم

1۔ بہترین حکومت:

ابن رشد بہترین حکومت کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے ہیں کہ بدترین حکومت کیسی ہوتی ہے اور بدترین حکومت سے کیا مراد ہے۔ وہ بہترین حکومت کو کسی ایک طرزِ حکومت میں پنہاں نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک بہترین حکومت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، جن میں فلسفی بادشاہ، عادل بادشاہ، موروثی بادشاہ، اور فقیہ اور مجاہد کے مابین مشترک بادشاہت شامل ہے۔

I. فلسفی بادشاہ(سياسة الملك الفيلسوف)

فلسفی بادشاہ کی حکومت سے مراد ایسی حکومت ہے جس کا حکمران ایسا بادشاہ ہو جو فلسفہ، علم و حکمت اور دانش سے بہرہ ور ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عملی طور پر بھی سیاست کی حرکیات سے واقف ہو۔ اس بارے میں ابن رشد کا کہنا ہے:

> وهذا يعني أن الملك الفيلسوف هو ذلك الحائز على العلمين النظري و العملي وعلى فضائل الخلقية الفكرة مجتمعة.
>
> ترجمہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفی بادشاہ دونوں علوم فکری اور عملی پر دسترس رکھتا ہو اور اوصاف حمیدہ اور اجتماعی دانش سے بھی آگاہ ہو۔[28]

یہ بیان کرنے کے بعد ابن رشد نے فلسفی بادشاہ کے دس اوصاف گنوائے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- فطری طور پر اس کا میلان نظری علوم کی طرف ہو۔

۲- اس کا حافظہ قوی ہو اور نسیان کی کسی بھی لحاظ سے شکار نہ ہو۔

۳- علم اور حصولِ علم کو پسند کرتا ہو۔

۴- سچ کو پسند اور جھوٹ کو ناپسند کرتا ہو۔

[28] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 110.

۵- لذتوں میں پڑنے کو ناپسند کرتا ہو۔

۶- مال کی محبت اس کے دل میں نہ ہو۔

۷- وسعت ظرفی کا حامل ہو۔

۸- بہادر ہو۔

۹- ہر چیز میں خیر اور جمالیات کا پہلو پیشِ نظر رکھتا ہو۔

۱۰- فصاحت وبلاغت اور خوش گفتاری سے مالامال ہو۔

ان معنوی اوصاف کے ساتھ ساتھ ابن رشد اس کے لیے جسمانی خصائص کا موجود ہونا بھی ضروری قرار دیتے ہیں:

أنها ذاتها هي التي تشترط في الحفظة مثل قوة البنية الجسدية ورفاهة الحس،والثبات في الرأي وتجنب الشر والتقيد بالأعمال التي تجلب النفع للمدينة

اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے دوسرے خصائص کا ہونا بھی ضروری ہے جیسے جسمانی لحاظ سے مضبوط ہونا، خوش طبعی، صلابت رائے، برائی سے بچنا اور کام کرنا جن سے مملکت کو فائدہ پہنچے۔[29]

II. عادل بادشاہ (الملک الحق)

بہترین حکومت کی دوسری قسم عادل بادشاہ کی حکومت ہے۔ ان کے نزدیک ایک مثالی حکومت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا حکمران چند خاص صفات سے متصف ہو۔ ابن رشد کی ان پیش کردہ صفات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے نزدیک ایک فلسفی کے مثالی حکومت کے سربراہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا حکمران ضرور بالضرور فلسفی ہی ہو بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جاتی ہوں:

الحكمة والتعقل التام،جودة الإقناع،جودة التخيل،القدرة على الجهاد ببدنه،أن لا تكون في بدنه شيء يعوقه عن مزاولة الأشياء الجهادية.

---

[29] ایضاً، ص: 140.

حکمت و تعقل تام، قوت تفہیم، اعلیٰ تخیل، جسمانی طور پر جہاد کے قابل ہو اور اس کے جسم میں کوئی ایسا نقص نہ ہو جو اسے جہادی امور کو سرانجام دینے سے روکے۔[30]

III. منتخب لوگوں کی حکومت (سیاسۃ الاخیار)

اس قسم میں بھی وہی صفات پائی جاتی ہیں جو عادل بادشاہ کی حکومت میں ہوتی ہیں، بس فرق اتنا ہے کہ اس میں کسی فرد کے بجائے پانچ مختلف افراد میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک ایک خاص صفت کا حامل ہوتا ہے۔ بقول ابن رشد:

"تتوفر فی کل واحد منهم خصلة معينة،وبذلك تتكون مجلس سياسي مكون من خمسة أفراد."

"ان میں سے ہر ایک میں ایک معین صفت پائی جاتی ہے اور اس طرح ان کی مجلس سیاسی پانچ افراد سے مل کر بنتی ہے۔"[31]

IV. اچھا موروثی بادشاہ (ملک السنۃ)

یہ وہ قسم ہے جس میں ایک بادشاہ اپنے سے پچھلے بادشاہ کی چھوڑی حکومت خیر اور بھلائی سے چلاتا ہے۔[32] لیکن ابن رشد اس حکومت کو پچھلی قسم کے مقابلے میں کم تر خیال کرتے ہیں۔

V. فقیہ اور مجاہد کی مشترکہ حکومت (السیاسة المشتركة بين الفقيه والمجاهد):

پانچویں قسم میں وہ فقیہ اور مجاہد کی مشترکہ حکومت کو بہترین حکومت میں شامل کرتے ہیں اور اس سے اُن کا اشارہ موحدین کے ابتدائی دور کے حکمرانوں مہدی بن تومرت اور حضور المجاہد وغیرہ کی طرف ہے۔[33]

2۔ بدترین حکومت:

اسی طرح بدترین حکومت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے ابن رشد انھیں مختلف اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

---

[30] ایضاً، ص: 69

[31] ایضاً، ص: 182

[32] ایضاً، ص: 185.

[33] ایضاً، ص: 188

۱- ٹیموکریٹی (الحكم التيموقراطي):

ابن رشد اس قسم کو ان بری اقسام میں سب سے بہتر خیال کرتے ہیں، اس قسم سے مراد ایسا طرز حکومت ہے جس میں ہر ایک کا مقصد عزو جاہ کا حصول ہو۔ اس کے بارے میں ابن رشد کا کہنا ہے:

"ويبدو هذه المدينة هي المدينة أكثر تميزاً من بين المدن غير الفاضلة، لأنها تبغي الفضائل التي يظن أنها فضائل بالأعمال الحميدة، ولهذا فإن أمثال هؤلاء الحكام سيعون على الأغلب الأفعال التي يمدحون بها ويجلون ويعظمون، ظانين أن ذكرهم سيبقى زمنا طويلاً بعد مماتهم."

بظاہر یہ نظام مملکت غیر بہتر نظام ہائے حکومت میں سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ اس لیے کہ اس میں فضائل کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے جس کے بارے میں یہ زعم ہوتا ہے کہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں۔ اس لیے ان جیسے حکمران اکثر ایسے کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے ان کی تعریف کی جائے، ان کی عظمت ہو اور انھیں بڑا سمجھا جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یوں ان کا نام ان کے مرنے کے بعد بھی بہت عرصے تک زندہ رہے گا۔[34]

۲- خود غرضوں کی حکومت (الحكم الاوليغارشي):

اس سے مراد ایسے لوگوں کی حکومت ہے جن کا تمام مطمعِ نظر مال کی ذخیرہ اندوزی ہوتا ہے۔ وہ اپنے لیے ضرورت سے زیادہ مال جمع کرتے رہتے ہیں اور دوسروں کو اس میں شریک نہیں کرتے۔ اس بارے میں ابن رشد کا کہنا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو خود تو تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں لیکن اکثریت کو فقر و فاقہ کے پاتال تک پہنچا دیتے ہیں:

هذا النوع من الحكم بحكم القلة لأنه مادامت هناك رغبة في استحصال الملكية فإنها ستكون قلة بالضرورة، فيما ستكون الأكثرية في هذه المدينة من الفقراء.

ترجمہ: یہ وہ قسم ہے جو خود تو تھوڑے ہوتے ہیں لیکن ہمیشہ ملکیت کے حصول کی خواہش ان پر طاری رہتی ہے جس کی وجہ سے مملکت کی اکثریت غریب ہوتے ہیں۔[35]

---

[34] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 185.

[35] ایضاً، ص: 188.

۳-ڈیموکریسی(الحكم الديمقراطي):

بری حکومتوں کے ضمن میں ابن رشد نے ڈیموکریسی کو بھی شامل کیا ہے جو اُن کے عہد میں بھی کسی نہ کسی شکل میں رائج تھی اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی ایک مقصد واضح نہیں ہوتا۔[36]

۴-آمریت(الحكم الاستبدادي؛ سياسة التسلط):

ابن رشد نے بدترین حکومتوں کے ضمن میں آمریت کو بھی شامل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے:

"يقوم على أساس حكم الفرد المستبد الواحد الذي يريد الحصول على مآربه الخاصة سواء بالرغبة في الغلبة أو الرغبة في الشرف أو الرغبة في الثروة أو الرغبة في اللذة أوكلها بالجملة."

ترجمہ: یہ طرز حکومت ایک فرد واحد آمر کے حکم پر مبنی ہوتا ہے اور اس طرز حکومت میں مقصد صرف اور صرف ذاتی مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ یہ غلبے کی خواہش کی بنیاد پر بھی ہو سکتا ہے، عزو جاہ کی وجہ سے بھی، دولت کی چاہت کی وجہ سے بھی، لذت کوشی کی وجہ سے بھی اور ان تمام وجوہات کی وجہ سے بھی۔[37]

3. نظامِ حکومت کی تبدیلی

افلاطون کی طرح ابن رشد کا بھی یہی خیال ہے کہ نظام حکومت کبھی بھی یکساں نہیں رہتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس بھی لامحالہ تبدیلی آکر ہی رہتی ہے اور اس کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور افلاطون ہی طرح اس کا بھی یہ خیال ہے کہ اس کایا کلپ کی وجوہات میں سے یہ ہے کہ جب شادی میں خاندانی رعایتوں کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا تو ہر نسل و قوم کے لوگ ایک دوسرے میں گھل مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک قوم کے اوصاف دھیرے دھیرے مدھم پڑ کر ختم ہو جاتے ہیں اور یوں مدینہ فاضلہ کی جو خصوصیات اس کے قائم کرنے والے افراد میں ہوتی ہیں، وہ ختم ہو جاتی ہیں۔ یوں وہ مال و دولت کو اپنی ترجیح قرار دیتے ہیں اور فضائلِ انسانی سے عاری ہونے لگتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ نظامِ حکومت موروثیت کا شکار ہو جاتا ہے اور یوں ایسی مملکت سامنے آتی ہے جس میں حکمرانوں کی اولاد ہی ایک دوسرے کے بعد حکمران ہوتی ہے:

---

[36] فريد العليبي، **رؤية ابن رشد السياسة**، (بيروت: مركز دراسات الوحدة العربية، 2007م)، ص: 115.

[37] ابن رشد، **تلخيص الخطابه**، تحقيق وتقديم :عبدالرحمن البدوى (بيروت: دار القلم، س ن)، ص: 190.

إن ميزة هذه الدولة هو أن الحكم بين أبنائها سواسية لافضل لأحدهم على الآخر لذلك يتطرق اليها الفساد والفوضى بسرعة فتبدأ بالإنحلال۔

اس مملکت کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں سیاست دانوں کی اولاد ہی حکمران ہوتی ہے۔ ان حکمران زادوں میں ایک دوسرے سے کوئی بہتر نہیں ہوتا اور یوں فساد اور انتشار معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے اور تنزلی شروع ہو جاتی ہے۔[38]

سوم: ابن رشد کے نزدیک سیاسی آزادی

ابن رشد نے ایک ایسے دور میں سیاسی آزادی کی فکر پیش کی جب ہر طرف سیاسی تسلط کا دور دورا تھا۔ خود ابن رشد کو اپنی فلسفیانہ افکار کی وجہ سے صعوبتوں سے گزرتا پڑا اور جلا وطنی کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں لیکن اسکے باوجود انہوں نے سیاسی آزادی کے نقطۂ نظر کو پوری صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور جہاں اس کی فکری بنیادوں کو استوار کیا وہیں اپنی معاصر سیاسیات پر بھی نقد کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ کیسے بعض اوقات سیاسی آزادی محض ایک فریب ہوتی ہے اور حقیقی سیاسی آزادی کیسے اس سے مختلف ہوتی ہے۔ اپنے دور کی سیاست پر انتقادی تبصرہ کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے:

"الرئاسة التي قامت في أرضنا هذه أعني قرطبة بعد الخمسمائة،لأنها كانت قريبة من الجماعة،ثم آل أمرها بعد الأربعين وخمسمائة إلى تسلط."

جو دور حکومت ہماری سرزمین یعنی قرطبہ پر سن پانچ سو سال کے بعد قائم ہوا وہ جمہوری طرزِ حکومت کے قریب قریب تھا۔ سن پانچ سو چالیس کے بعد یہ آمریت میں بدل گیا۔[39]

ابن رشد جب سیاسی آزادی کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس کے متوازی سماجی آزادی کی بات بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ابن رشد آمریت کے خلاف بات کرتے ہیں تو اس سے طبعی طور پر سماجی آزادی کے در بھی وا ہوتے ہیں۔ جب وہ بدترین حکومت کے بارے میں بات کرتے ہوئے ان میں جمہور کی آواز کو دبانے کے خلاف بات کرتے ہیں تو اس وقت وہ سیاسی آزادی ہی کی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ ابن رشد کے نزدیک آمریت واستبداد کے دور میں اہل علم و فضل ظلم کا شکار ہوتے ہیں:

---

[38] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 195.

[39] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 194.

"ومن الظلم أيضا أن يكون العادلون الصالحون وبالجملة ذووالفضائل يعذبون على فضائلهم."

"یہ بھی ظلم ہے کہ عادل ونیک اور تمام اہل فضل ودانش کو ان کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔" [40]

چہارم: سیاسی مساوات (العدالة السياسة عند ابن رشد)

کسی بھی معاشرے میں سیاسی برابری اس بات کا تعین کرتی ہے کہ اس معاشرے میں سیاسی آزادی کس قدر ہے اور نظام حکومت بہتر ہے یا بدتر۔ ابن رشد نے جہاں مدینہ فاضلہ یا اچھی حکومت کے اوصاف گنوائے اور اس کی فکری بنیادوں کو واضح کیا، وہیں اس ضمن میں یہ بھی بتایا کہ کوئی بھی مملکت اس وقت تک بہتر مملکت کہلانے کی حق دار نہیں جب تک اس کے شہریوں کو ہر ہر لحاظ سے سیاسی مساوات حاصل نہ ہو۔ اگر کوئی مملکت ظلم وستم کرتی ہے اور اپنے شہریوں کو سیاسی مساوات نہیں دیتی یا دولت و جاگیر کی بنا پر یا صنف کی بنیاد پر سیاسی درجہ بندی کرتی ہے تو وہ مملکت واضح طور پر بدترین حکومت ہے۔ ابن رشد نے مختلف مثالوں سے اس امر کو واضح کیا کہ جس مملکت میں جس قدر زیادہ یا کم سیاسی مساوات ہو گی، اس مملکت کے بہتر یا بدتر ہونے کی درجہ بندی اسی لحاظ سے کی جائے گی۔ اسی ضمن میں ابن رشد نے عورت اور مرد کی سیاسی برابری کی بات کی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اس کی عدم موجودگی کی طرف بڑے درد دل کے ساتھ اشارہ کیا اور عورتوں کے پیچھے رہ جانے اور معاشرے میں فقر وافلاس کی افزودنی کا تجزیہ بھی پیش کیا:

"إن معيشتنا الحاضرة لا تدعنا ننظر ما في النساء من القوة الكامنة فهي عندنا كأنها لم تخلق إلا للولادة وإرضاع الأطفال ولذلك تفني هذه العبودية كل ما فيها من القوة على الأعمال العظيمة.وهذا هو السبب في عدم وجود النساء رفيعات الشأن عندنا،وفضلاً عن ذلك فإن حياتهن أشبه بحياة النبات وهن عالة على الرجال ولذلك كان الفقر عظيماً في مدننا لأن عدد النساء فيها مضاعف لعدد الرجال وهن عاجزات عن كسبهن الضروري."

[40] ایضاً، ص: 125.

ترجمہ: ہمارا موجودہ طرز حیات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم عورتوں کی چھپی ہوئی صلاحتیوں کی طرف دیکھ سکیں۔ وہ تو گویا صرف بچے جننے اور بچوں کو دودھ پلانے ہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور ان کی یہ بے چارگی ان میں سے کسی بڑے کام کو سامنے لانے کی صلاحیت کو چھین لیتی ہے۔ اور یہی وہ وجہ ہے کہ ہماری عورتوں میں سے کوئی بھی دنیاوی لحاظ سے بڑی عورت سامنے نہیں آتی۔ مزید بر آں یہ کہ ان کی زندگی درختوں کی زندگی کی طرح ہے۔ وہ مردوں کی ذمے داری ہیں، اسی وجہ سے ہمارے علاقوں میں غربت بہت زیادہ ہے کیونکہ عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں دوگنا ہے اور وہ اپنا قوت لایموت بھی نہیں کما سکتیں۔[41]

نتائج بحث:

1- ابن رشد تاریخ انسانی کے بالعموم اور تاریخ فکر انسانی کے بالخصوص چند اہم مفکرین میں سے ایک ہیں جنہوں نے نہ صرف فلسفہ اور مذہبیات میں تجدیدی شان سے اپنے وقیع خیالات پیش کیے اور اضافے کیے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سماجیات وسیاسیات کو مباحث کے نئے زاویوں سے روشناس کروایا۔

2- جیسے ابن رشد نے قدیم یونانی فلسفے سے استفادہ کرتے ہوئے چراغ سے چراغ جلا کر اپنے دور کی علمیات میں اضافے کرتے ہوئے علم السیاست کو عصریت سے ہم آہنگ کیا، اسی طرح اس دور میں بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ابن رشد کے سیاسی افکار کی روشنی میں جدید علم السیاست میں نئے مباحث کو اٹھایا جائے جس سے نہ صرف معاصر سیاسی افکار میں نئی اُپج سامنے آئی گی بلکہ لوگوں کو نئے زاویوں سے تفکر وتدبر کے مواقع فراہم ہوں گے۔

3- ابن رشد ایک ایسا سنگم ہے جس سے ایک طرف مغرب نے بھرپور استفادہ کیا ہے اور دوسری طرف ابن رشد اسلامی مفکرین میں سرفہرست لوگوں میں سے ایک ہے۔ بلکہ اپنی بعض خصوصیات اور افکار کی وجہ سے تاریخ فکر انسانی میں بالکل ممتاز شخصیت ہے۔ اس لیے اس کے سیاسی افکار سے استفادہ ناگزیر ہے۔

---

[41] ابن رشد، الضروري في السياسة مختصر كتاب السياسة لأفلاطون، ص: 125.

4- ابن رشد کے سیاسی افکار اپنی جامعیت اور فلسفیانہ اصولوں پر استوار ہونے کی وجہ سے آج بھی اُسی قدر اہم ہیں جس قدر اُن کے دور میں تھے۔ خاص طور پر مسلم ممالک میں ابن رشد کے سیاسی افکار کے مطالعے کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے کہ اکثر مسلم معاشرے سیاسی حوالے سے انحطاط کے دور سے گزر رہے ہیں۔

5- مغربی فکر و فلسفہ جہاں مادیتِ محض کی ترغیب دیتا ہے وہیں بہت سے مشرقی افکار کے داعی روحانیتِ محض کو کل زندگی سمجھتے ہیں۔ اس تناظر میں فلسفۂ ابن رشد اور اس کے سیاسی افکار کا مطالعہ کیا جانا چاہیے جس میں روحانی عناصر کے ساتھ ساتھ مادی اصولوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور ان کی عملی تطبیق پیش کی گئی ہے۔